اُمّ السنۃ (حدیثِ جبرئیل)

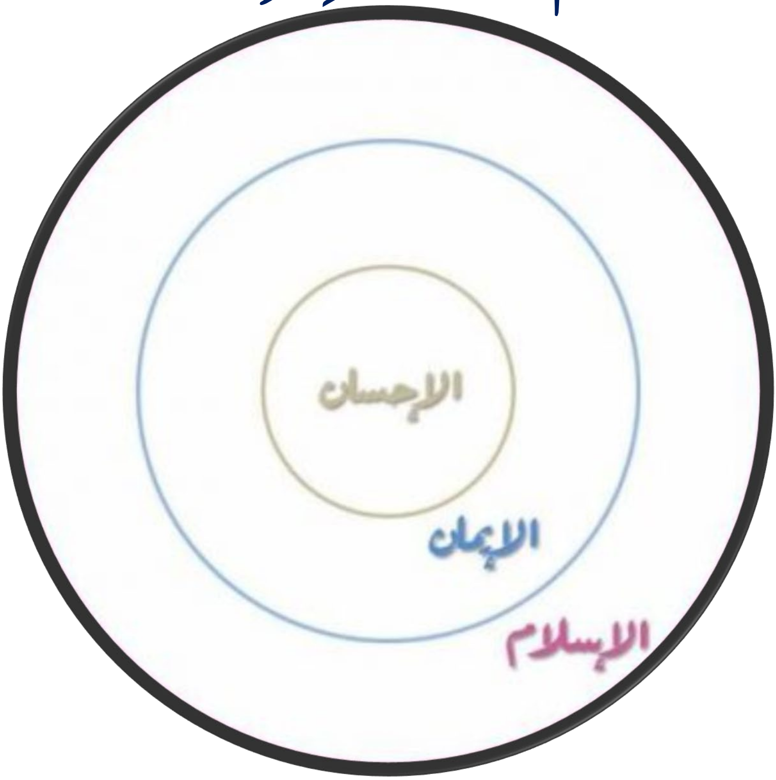

شیخ طریقت متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین ٹیلیگرام چینل

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

عنوانات ایک نظر میں

اُمّ الکتاب وام السنۃ:.. 4

حدیث جبرئیل کا ترجمہ وخلاصہ:.................................. 4

حضرت جبرئیل کی آمد:................................. 4

یا محمد کہنے کا حکم:.................................. 6

ازواج نبی کی خصوصیت:................................. 6

یہ تو مولانا صاحب کا اپنا بیٹا ہے:................................. 7

اسلام کیا ہے؟................................. 8

حج میں استطاعت کی شرط کیوں؟................................ 9

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعجب:................................ 10

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایک سورۃ (سورۃ فاتحہ) میں پورے قرآن کریم کا خلاصہ ذکر فرمایا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارک (حدیث جبرئیل) میں تمام احادیث کا خلاصہ ذکر فرمایا ہے۔

حدیث جبرئیل کے عنوان پر میرا ایک بیان موجود ہے اسی کو افادہ عام کی غرض سے آپ کی خدمت میں قسط وار پیش کرنے لگا ہوں۔ یہ پہلی قسط ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لاَ يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلاَ يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الإِسْلاَمِ قَالَ: اَلْإِسْلاَمُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيلًا». قَالَ صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَ يُصَدِّقُهُ

ثُمَّ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَ رُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِحْسَانِ. قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ». قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا. قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ». قَالَ:

ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟». قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ».

مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث:2

اُمّ الکتاب وام السنۃ:

سورۃ الفاتحہ کا ایک نام ہے "ام الکتاب" اور اس حدیث جبرائیل کا نام ہے "ام السنہ"۔ ام الکتاب کا معنی ہے "قران کا خلاصہ" اور ام السنہ کا معنی ہے "احادیث کا خلاصہ"۔ سورۃ فاتحہ میں پورے قرآن کے مضامین اجمال کے ساتھ ہیں اور اس حدیث جبرائیل میں تمام احادیث کے مضامین اجمال کے ساتھ ہیں، اس لیے وہاں پہلی سورۃ "ام الکتاب" تھی اور یہاں پہلی حدیث "ام السنہ" ہے۔

حدیث جبرئیل کا ترجمہ وخلاصہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ"

ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے۔

"إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ"

اچانک ہمارے پاس ایک شخص آیا۔

حضرت جبرئیل کی آمد:

عربی زبان میں آنے کو کہتے ہیں "جَآءَ" اور "اَتیٰ" لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "جَآءَ" نہیں فرمایا بلکہ فرمایا "طَلَعَ"، "طَلَعَ" کا معنی "آنا" نہیں ہے، "طَلَعَ" کا معنی "طلوع ہونا" ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "جَآءَ"

نہیں فرمایا"طَلَعَ "کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ آنے والا بشر نہیں تھا، آنے والا نور تھا ،بشر آیا کرتا ہے، نور طلوع ہوا کرتا ہے۔ سورج کے بارے میں یہ نہیں کہتے کہ "جَآءَتِ الشَّمْسُ "کہ سورج آیا ہے بلکہ کہتے ہیں "طَلَعَتِ الشَّمْسُ "سورج طلوع ہوا ہے۔ اس لیے فرمایا: "إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ "ہمارے پاس اچانک ایک شخص آیا۔ اس کی حالت کیا تھی؟

"شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ "

کپڑے اس کے نہایت سفید تھے، بال اس کے نہایت سیاہ تھے۔

"لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ "

اس پر سفر کی کوئی علامت اور نشانی نہیں تھی۔

کہ گرد و غبار لگا ہو، بال بکھرے ہوں، کپڑے گندے ہوں، میلے کچیلے ہوں بلکہ سفر کی کوئی نشانی بالکل نہ تھی۔

وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ ہم میں سے کوئی بندہ اس کو پہچانتا بھی نہیں تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا تعجب بتا رہے ہیں، جب دیکھتے ہیں علامتِ سفر کو تو کوئی علامت نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینے کا رہنے والا ہے اور ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا نہیں ہے تو پتا چلتا ہے کہ مدینے کے باہر سے آیا ہے۔ اب شش و پنج میں ہیں کہ یہ بندہ کون ہے؟ مدینہ کا ہے یا باہر سے آنے والا ہے؟ ہم یہ بات ابھی سوچ ہی رہے تھے: حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گیا۔

فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ

(دوزانو ہو کر بیٹھا اور) اپنے گھٹنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک

گھٹنوں کے ساتھ ملا دیے۔ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ اس نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے یا اپنے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ لیے۔

محدثین نے دونوں ترجمے کیے ہیں۔ اگر اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ سائل اسی طرح بیٹھتا ہے کہ اپنے ہاتھ اپنے رانوں پر رکھ کے باادب ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور اگر اپنے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں مبارک پر رکھے ہیں تو اس کا مطلب و معنی یہ تھا کہ وہ اپنی احتیاج ظاہر کرنا چاہتا ہے جیسے سائل اپنی احتیاج بتانے کے لیے کبھی اپنے ہاتھوں کو دوسرے کے گھٹنے پر رکھتا ہے۔ بہر حال انہوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور عرض کیا: يَاْ مُحَمَّدُ!

یا محمد کہنے کا حکم:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کہتے ہیں "یا محمد" نہ کہیں، یہ خلافِ ادب ہے لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: "یا محمد"، تو سوال یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جو "یا محمد" کہا ہے یہ خلافِ ادب تو نہیں؟!

اس کا جواب خود مفسرین اور محدثین یہ ذکر فرماتے ہیں کہ یہ جو حکم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" نہ کہا کرو یہ حکم اس کو ہے جو معصوم نہیں ہے۔ جبرائیل امین علیہ السلام تو معصوم ہیں، تو یہ حکم ہمیں ہے جو معصوم نہیں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی معصوم ہیں اور جبرائیل علیہ السلام بھی معصوم ہیں۔ ان احکام کا تعلق جبرائیل سے نہیں بلکہ اس امت کے ساتھ ہے۔

ازواج نبی کی خصوصیت:

میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ قرآن کریم میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝۲

سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ:2

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام امت کے لیے ہے نبی کی بیویوں کے لیے نہیں ہے۔ وہ امت بھی ہیں، بیوی بھی ہیں، اس لیے جو حق انہیں ہے وہ مجھے اور آپ کو نہیں ہے۔ ہم ناراض ہو جائیں ہمیں یہ حق حاصل نہیں ہے اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں: جب تو ناراض ہوتی ہے تو مجھے پتا چل جاتا ہے۔ عرض کیا: کیسے؟ فرمایا: جب تو خوش ہو تو کہتی ہے: رب محمد کی قسم! اور جب تو مجھ سے خوش نہ ہو تو کہتی ہے: رب ابراہیم کی قسم! میں سمجھ جاتا ہوں کہ آج عائشہ خوش نہیں ہے۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:5228

ایسا کیوں؟ اس لیے کہ وہ امتی بھی ہے اور بیوی بھی ہے۔ بیوی کا معاملہ الگ ہے، عام بندے کا معاملہ الگ ہے۔

یہ تو مولانا صاحب کا اپنا بیٹا ہے:

میں ایک مثال اور دیتا ہوں۔ آپ کسی عالم کو ملتے ہیں، بڑے کو ملتے

ہیں، مصافحہ بھی کرتے ہیں، پیار بھی کرتے ہیں، اب آپ کا بچہ آئے اور سیدھا اس عالم کے کندھے پر چڑھے تو آپ اس کو کہیں گے: ”بیٹا! شرم کر، ایسا نہ کر، یہ مولانا صاحب کی بے ادبی ہے۔“ اگر میرا بیٹا آئے تو پھر؟ وہ میرے کندھے پر چڑھے تو آپ میں سے کسی نے بھی نہیں کہنا کہ یہ بے ادبی ہے، ہر ایک نے یہی کہنا ہے کہ مولانا صاحب کا اپنا بیٹا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بے ادب ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا تقاضا بہت ضروری ہے۔ باپ بیٹے کا کیا تعلق ہے؟ مرید پیر کا کیا تعلق ہے؟ خاوند بیوی کا کیا تعلق ہے؟ مقتدی امام کا کیا تعلق ہے؟ نبی اور امت کا کیا تعلق ہے؟ نبی کے رشتے داروں کا کیا تعلق ہے؟ یہ تعلق ذہن میں ہوں تو کبھی بھی الجھن پیدا نہیں ہوتی۔

اسلام کیا ہے؟

پھر سوال یہ کیا: أَخۡبِرۡنِي عَنِ الۡإِسۡلَامِ؟۔ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں کہ اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں: أَلۡإِسۡلَامُ أَنۡ تَشۡهَدَ أَنۡ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوۡلُ اللّٰهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤۡتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الۡبَيۡتَ إِنِ اسۡتَطَعۡتَ إِلَيۡهِ سَبِيۡلًا.

اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کر (یہ نہیں فرمایا وَتُصَلِّي الصَّلَاةَ، بلکہ فرمایا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ. تُصَلِّي الصَّلَاةَ کا معنی ہے نماز پڑھا کر اور تُقِيمَ الصَّلَاةَ کا معنی ہے نماز کی پابندی کیا کر) زکوٰۃ ادا

کیا کر، رمضان کا روزہ رکھا کر اور اگر طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج ادا کرنا۔

انہوں نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی پانچ چیزیں فرمائیں۔ انہیں کہتے ہیں ”ارکان اسلام“ یعنی کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج یہ ارکان اسلام ہیں۔

حج میں استطاعت کی شرط کیوں؟

اس پر ایک سوال سمجھیں۔ میں ان شاء اللہ ساتھ ساتھ سوال وجواب سمجھاتا جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلمہ پڑھنا، نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا اور جب حج کی باری آئی تو فرمایا ”طاقت ہو تو حج کرنا۔“ سوال یہ ہے کہ کلمہ زبان سے اس وقت پڑھے گا جب استطاعت ہوگی، استطاعت نہ ہو تو نہیں پڑھے گا۔ نماز پڑھنے کی طاقت ہوگی تو پڑھے گا، نہیں ہوگی تو نہیں پڑھے گا۔ زکوٰۃ کی استطاعت ہوگی تو دے گا، نہیں ہوگی تو نہیں دے گا۔ روزہ کی استطاعت و طاقت ہوگی تو رکھے گا، نہیں ہوگی تو نہیں رکھے گا۔

تو کلمے، نماز، روزے، زکوٰۃ ان سب کا تعلق استطاعت سے ہے لیکن صرف حج کے متعلق کیوں فرمایا ”اِنِ اسۡتَطَعۡتَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا“ کہ طاقت ہو تو حج کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ کا تعلق انسان کی ذات سے ہے، نماز کا تعلق انسان کی ذات سے ہے، روزے کا تعلق انسان کی ذات سے ہے، زکوٰۃ کا تعلق انسان کی ذات سے ہے، حج ایسا فریضہ ہے کہ جب انسان شادی شدہ ہو تو صرف اس کی ذات سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ بیوی اور بچوں سے بھی اس کا تعلق ہوتا ہے، نماز میں اپنا مسئلہ ہوتا ہے لیکن حج پر تب جائے جب اپنے لیے زادِ راہ بھی ہو اور گھر میں بیوی بچوں کے لیے کھانے پینے کا سامان بھی ہو۔ اب اگر اپنے پاس ٹکٹ

موجود ہے، مکہ مدینہ کے ہوٹل کا کرایہ موجود ہے لیکن بیوی اور بچوں کے پاس کچھ نہیں ہے، یہ وہاں جائے گا تو بیوی بچے مانگتے پھریں گے، اسی لیے فرمایا کہ حج تب کرنا جب اپنی ٹکٹ کے پیسے بھی ہوں، مکہ مدینہ کے ہوٹل کا کرایہ بھی ہو اور بیوی بچوں کا خرچہ بھی دے کر جانا۔ عموماً ہم اپنی ذات کو دیکھتے ہیں لیکن بیوی بچوں کو نہیں دیکھتے، اس لیے اپنا خرچہ ہونا بھی ضروری ہے اور گھر میں بیوی بچوں کا خرچہ ہونا بھی ضروری ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعجب:

یہ بات سن کر اس آنے والے شخص نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ سوال بھی خود کرتا ہے اور صَدَقْتَ کہہ کر تصدیق بھی خود کرتا ہے۔ جب سوال کرتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ اس کو مسئلے کا پتا نہیں ہے اور جب "صَدَقْتَ" کہتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مسئلے کا پتا ہے۔ ہم حیران تھے کہ کیسا آدمی ہے کہ سوال بھی کرتا ہے اور ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی کرتا ہے، ہم حیران تھے۔

(......جاری ہے)

اللہ تعالیٰ ہمیں احادیث مبارکہ پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 31 مئی، 2021ء